رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجالانے والا اکیلا اخبار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے	۲ر
״ ششماہی	۱ر۲
״ امراء سے	۵ر
״ غیر ممالک سے	۸ شلنگ

مقاصد

۱۔ اسلام کی خوبیاں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اس کی حقیقت ظاہر کرنا۔

۲۔ سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کے اہم فرائض کو بجالانا۔

۳۔ دیگر مذاہب کے حملوں کا کامل اور صحیح جواب دینا

۴۔ راعی اور رعایا کے تعلقات مضبوط اور مستحکم کرنا

جلد ۱۵ | ایڈیٹر شیخ محمد یوسف سابق سورن سنگھ و دوان برہمچاری | نمبر ۱۰

ضروری اطلاع

جن دوستوں کا چندہ اخبار مارچ ۱۹۲۴ء تک ختم ہے ان کے اسماء معہ نمبر خریداری درج ذیل ہیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ دوست اپنا نام اور نمبر خریداری ملاحظہ فرما کر یکم مارچ سے قبل رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں۔ یہ نہ صرف دفتر کے لئے بلکہ خریدار کے لئے بھی محصول ڈاک میں ۲ر کا فائدہ ہے۔ اگر کسی دوست کو وی پی وصول کرنے میں کوئی عذر ہو تو ۲۵ر فروری ۱۹۲۴ء تک دفتر نور میں اطلاع دیدیں۔ تاکہ ان کا وی پی روک لیا جاوے۔ ورنہ یکم مارچ ۱۹۲۴ء کو ان سب احباب کے نام وی پی ہوں گے۔ اور پھر وی پی کا وصول کرنا ہر ایک دوست کا اخلاقی فرض ہو جائے گا۔ نور جس خلوص قلب اور صدق نیت سے سکھوں و آریوں میں اشاعت اسلام کے اہم فرض کو بجا لا رہا ہے۔ آج ایک دنیا اس کی معترف ہے۔ بلا شبہ ایسے مجاہد اور غازی پرچہ کی اعانت کرنا گویا اپنی مدد آپ کرنے کے مصداق ہے۔

نمبر	نام	رقم
۶۷	بابو دلاور خاں صاحب	۲ر
۶۸	منشی غلام رسول صاحب	۲ر
۶۹	چودھری عنایت اللہ صاحب	۲ر
۱۰۲	شیخ جان محمد صاحب	۲ر
۱۰۵	سید نذیر حسین صاحب	۲ر
۱۰۷	منشی کریم بخش صاحب	۲ر
۱۱۴	میرزا خانصاحب	۲ر
۱۳۰	سردار شیر بہادر خاں صاحب	۲ر
۱۳۳	صوبیدار میجر خاں بہادر سعد اللہ خاں صاحب	صہ ر
۱۳۱	شیخ مشتاق حسین صاحب	۲ر
۱۳۲	بابو شاہ عالم صاحب	۲ر
۱۳۳	بابو محمد عمر صاحب	۲ر
۱۳۶	مولوی محمد امیر صاحب	۲ر
۱۳۷	منشی نواب الدین صاحب	۲ر

نمبر	نام	رقم
۱۴۱	مولوی غلام محمد خانصاحب	۲ر
۱۴۲	میاں معراج الدین صاحب امرتسری	۲ر
۱۴۴	مستری محمد اسمٰعیل صاحب	۲ر
۱۶۲	شیخ اصغر علی صاحب	۲ر
۱۶۳	ڈاکٹر فیض محمد خانصاحب	صہ ر
۱۶۶	ڈاکٹر عبد الکریم صاحب	۲ر
۲۰۳	بابو سمیع اللہ صاحب	۲ر
۲۰۴	چودھری عبد العزیز صاحب	۲ر
۲۰۵	شیخ احمد اللہ صاحب	۲ر
۲۰۶	چودھری احمد بخش صاحب	۲ر
۲۰۷	منشی محمد رفیق صاحب	۲ر
۲۰۸	بابو محمد عبد اللہ صاحب	۲ر
۲۱۰	سید بشارت احمد صاحب	۲ر
۲۱۱	مولوی عبد اللطیف صاحب	۲ر
۲۲۸	بابو عبد العزیز صاحب	۲ر

نمبر	نام	رقم
۲۳۲	منشی محمد نصیر صاحب سیال	۲ر
۲۳۳	جناب عبد العزیز صاحب ٹیلر ماسٹر	۲ر
۲۴۴	سیٹھ علی محمد صاحب	۲ر
۲۹۹	چودھری نذیر احمد صاحب	۲ر
۳۰۹	ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب	صہ ر
۴۰۰	سید محمد یوسف صاحب	۲ر
۴۰۱	منشی عبد اللہ خانصاحب	۲ر
۴۰۳	ڈاکٹر ایچ۔ اے یوسف زئی	صہ ر
۴۰۶	منشی فضل الرحمٰن صاحب	۲ر
۴۵۵	منشی محمد اسمٰعیل صاحب	۲ر
۴۵۸	میاں غریب الدین صاحب	۲ر
۴۵۹	جناب غوث محمد خانصاحب	۲ر
۵۱۱	ڈاکٹر فتح الدین صاحب	۲ر
۵۱۷	سردار احمد یار خانصاحب	۲ر

نمبر	نام	رقم
۵۱۹	میرزا محمد صدیق صاحب	۲ر
۵۲۰	مستری غلام محمد صاحب	۲ر
۵۲۱	شیخ فضل الرحمٰن صاحب	۲ر
۵۲۲	سردار امیر محمد خانصاحب	۲ر
۵۲۵	میرزا محمد جمیل بیگ صاحب	۲ر
۵۲۶	چودھری محمد حیات خانصاحب	۲ر
۲۶	منشی عبد الرحمٰن صاحب	۲ر
۲۷	خانصاحب محمد خاں	۲ر
۲۹	شیخ الٰہی بخش صاحب	۲ر
۳۱	مولوی شمشیر علی صاحب	۲ر
۳۳	بابو نصیر الحق صاحب	۲ر
۳۵	چودھری عبد الغفور خانصاحب	۲ر
۳۶	حاجی محمد صدیق صاحب	۲ر
۳۷	ماسٹر محمد حسین صاحب آسان	۲ر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہندو دھرم کی حقیقت

خاکسار ایڈیٹر نور کی جدید معرکۃ الآرا

کتاب تصنیف "ہندو دھرم کی حقیقت" کے متعلق معزز ہمعصر الحکم اپنے ۲۱ر فروری ۱۹۲۴ء جلد ۲۶ نمبر ۶ کے اشو میں لکھتا ہے کہ "مکرمی شیخ محمد یوسف صاحب اڈیٹر نور کسی نہ کسی مفید تالیف میں لگے رہتے ہیں۔ اور تبلیغ سلسلہ کے لئے یہ بہترین طریقہ ہے۔ حال ہی میں انہوں نے مندرجہ حاشیہ کتاب شائع کی ہے۔ کتاب نہایت دلچسپ اور معنی خیز ہے۔ ہندو دھرم کی حقیقت کو ہندو گرنتھوں سے ہی سلیس عبارت میں ایسے طور پر بیان کیا ہے۔ کہ پڑھنے والا بلاتکان دلچسپی سے اسے پڑھتا جاتا ہے۔ اور ہندو دھرم کی کمزوری اور غلطیوں سے واقف ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت ایسے وقت میں جبکہ فتنہ ارتداد کا بازار ہندو سنگٹھن کی سرپرستی میں گرم کیا گیا ہے۔ نہایت ضروری ہے مگر افسوس ہے کہ اس قسم کی کتابیں جو معقولیت اور متانت سے لکھی جائیں کم اشاعت پاتی ہیں۔ حالانکہ ضرورت ہے کہ اس قسم کے لٹریچر کو پھیلایا جائے۔ اور خوب شائع کیا جاوے۔ قیمت ۶ر فی جلد ہے۔ نور بکڈپو قادیان سے ملیگی۔ اگر میری آواز سنی جائے تو میں احمدی انجمنوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اسکی اشاعت میں سرگرمی سے حصہ لیں۔"

مؤقر ہمعصر ریویو آف ریلیجنز اردو بابت ماہ فروری ۱۹۲۴ء "ہندو دھرم کی حقیقت" کے متعلق لکھتا ہے کہ "یہ شیخ محمد یوسف صاحب اڈیٹر نور قادیان کی تالیف ہے۔ حجم ۴۸ صفحہ قیمت ۶ر لکھائی چھپائی کاغذ اچھا۔ اس میں مؤلف محترم نے ہندو دھرم کی تصویر کھینچکر رکھدی ہے۔

پہلے ویدوں کے الہامی ہونے پر روشنی ڈالی ہے پھر ہندوؤں کے مسئلہ اوتار۔ اوتاروں کی تقسیم بتائی ہے۔ اور دکھایا ہے کہ ہندوؤں کے نزدیک ایشور کس کس روپ میں ظاہر ہوا۔ پھر رام اوتار کرشن اوتار بدھ اوتار کے واقعات ہیں ان کے پڑھتے ہی سے شروع سے اسلام ایک طالب حق پر واضح ہو جاتی ہے۔ آخر میں نہایت خوبی سے اسلام کو پیش کیا ہے۔ اور ہندو لیڈروں کی زبانی اسلام کی حقانیت دکھائی ہے۔ کتاب ہر مذہبی مذاق رکھنیوالے مسلمان کو منگوانی چاہیئے۔ پتہ منیجر نور بکڈپو قادیان"

پرنامی دھرم کیا ہے

قریباً دو سال کا عرصہ ہوا ایک دوست کی تحریک پر میں ملکہ ہانس تحصیل پاک پٹن پرنامی مت کی تحقیقات کے لئے گیا۔ کیونکہ ملکہ ہانس میں پرنامیوں کی ایک گدی ہے۔ وہاں میں مہنت صاحب سے ملا جو اخلاق سے پیش آئے۔ اور انہوں نے دعوت بھی کی مہنت صاحب موصوف بڑی مہربانی سے ہمیں اپنے گرنتھ سناتے رہے جسمیں اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف تھی مگر انہوں نے اس کی اشاعت کے لئے منع فرمایا تھا مگر پھر بھی احتیاط کیا تھا انہی دنوں میں نے اپنے اخبار میں اس کا مناسب ذکر کر دیا تھا۔ اور حضرت کی معرفت دفتر تالیف و اشاعت کو مکمل رپورٹ بھیجدی تھی۔ اب پرنامی مت کے کچھ حالات پرکاش کے نامہ نگار کی طرف سے ۳ر فروری ۱۹۲۴ء مطابق ۲۱ ماگھ ۱۹۸۰ کے پرکاش میں چھپے ہیں۔ جو ناظرین نور کی دلچسپی کے لئے درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

سوال۔ پرنامی دھرم کیا ہے۔؟

جواب۔ پرنامی دھرم ایک پنتھ...... دھرم ہے اورنگ زیب کے وقت میں دھنی دیو چند نامی ایک کائستھ نے اس کو جنم دیا۔ اور اس کے چیلے پران ناتھ نے اس کو پرچلت کیا۔ ان کا گرنتھ جس کو پرنامی صاحبان شری کل جم سروپ کہتے ہیں۔ اٹھارہ حصوں میں منقسم ہے۔ یہ گرنتھ اب تک کسی پریس میں نہیں چھپا۔ اور نہ ہی کسی غیر پرنامی کے ہاتھ اب تک لگا ہے۔ اس گرنتھ کی زبان کچھ سندھی۔ کچھ گجراتی کچھ مارواڑی اور کچھ پنجابی ہے۔ اس مذہب کے پیرو شری کرشن بھگوان کو گیارہ برس باون دن کی عمر تک اوتار مانتے ہیں۔ اس کے بعد شری کرشن بھگوان کو نہیں مانتے۔ محمد صاحب کو کرشن بھگوان کا اوتار مانتے ہیں۔ اور عام طور پر یہ لوگ علاوہ شری کل جم سروپ کے قرآن کے بھی بہت شائق ہیں۔ مانس شرادھ کے قطعی برخلاف ہیں۔ ان کی فلاسفی کے مطابق پرماتما سا کار ہے۔ اور وہ ایک جگہ رہتا ہے جس کو وہ پرم دھام کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ وہاں اس کی بارہ ہزار خاص استریاں ہیں۔ اور یہ بارہ ہزار استریاں آج کل دنیا میں کھیل (تماشہ) دیکھنے آئی ہوئی ہیں۔ پرم دھام میں ہر ایک چیز بلا قیمت میسر ہوتی ہے یہ لوگ اپنے مردے کم جلاتے ہیں۔ زیادہ تر جل پرواہ یعنی دریا برد کرنا پسند کرتے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے تیرتھ حسب ذیل مقامات پر ہیں۔

پنا ریاست بندھیل کھنڈ۔ جام نگر۔ کاٹھیاواڑ۔ سورت ملکہ ہانس تحصیل پاک پٹن ضلع منٹگمری پنا کو پرنامی لوگ پرنامی کہتے ہیں۔ جام نگر کو نوتن پوری

سوائے کمالیہ کے باقی تمام جگہوں کے پرنامی لوگ اپنی برادری ہی میں بیاہ کرتے ہیں۔ اور اپنی لڑکی کا رشتہ باہر کرنا معیوب سمجھتے ہیں۔ گو پرنامی لوگ ویدوں کو ظاہراً مانتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے اڑھائی تین سو مندروں میں سے کسی ایک میں بھی وید شاستر یا پران موجود نہیں ہیں۔

پنجاب میں ان کے مندر اور مت دھاری حسب ذیل جگہ پر ہیں۔ مختصراً کمالیہ۔ چیچہ وطنی۔ منٹگمری۔ اکاڑہ بہاول نگر۔ پاک پٹن۔ دیپال پور۔ قبولہ۔ لائل پور۔ انبالہ شہر۔ پتوکی۔ چونیاں۔ سید والہ۔ بہار شریف۔ پیران شاہ۔ دہلی پرنامی مت دھاری کرم کانڈ کی فلاسفی کو نہیں مانتے۔ اور ان کا سدھانت ہے۔ کہ یہ ایک قسم کا کھیل پرماتما نے رچایا ہے۔ اس میں کرم کانڈ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی اسکا کوئی پھل ملتا ہے۔ گائتری کو یہ لوگ نہیں مانتے۔ اور اس کی جگہ انہوں نے منتر تارتم کے نام سے بنایا ہوا ہے۔ کل جم سروپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ ایک جگہ ایک بات کو جائز تسلیم کرتے ہوئے دوسری جگہ بغیر کسی دلیل کے منسوخ کر دیتی ہیں۔ سود کھانا ان کے مت کے خلاف ہے۔ لیکن یہ لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔ بلکہ پرنامیوں کو مومن کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ بعض اب مومن کی بجائے برہم سرشٹ کا لقب استعمال کرنے لگ گئے ہیں۔ ان کی سندھیا اپاسنا نرالی ہے اور اسمیں سوائے پرماتما اور اس کی پٹرانی (یعنی خاص دھرم پتنی) کے زیورات اور روزانہ پروگرام کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔

اب چونکہ یہ نامہ نگار لکھتے ہیں کہ پرنامی دھرم دراصل آغاخانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

آریہ مذہب میں مکتی کا دروازہ بند

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آج کل آریہ سماجی بیچارے بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنی اندھی کے جال میں پھنسا رہے ہیں پیشتر اس کے کہ سادہ لوح مسلمان آریوں کی چکنی چپڑی باتوں کی طرف دھیان کریں۔ یہ ضروری ہے کہ وہ اس نوزائیدہ مذہب کو عملی کسوٹی پر رکھ کر دیکھ لیں۔ اگر انسان دو پیسہ کی ہنڈیا لیتا ہے تو وہ بھی خوب ٹھونک بجا کر۔ اور یہ مذہب کا معاملہ ہے۔ جس کے ساتھ لوک (دنیا) اور پرلوک (عاقبت) کا نفع و نقصان وابستہ ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ آریوں کی دعوت کو قبول کرنے سے پہلے ارتداد کی طرف قدم اٹھانے والے اس مذہب کے متعلق خوب جانچ پڑتال کر لیں۔ کہ جس بیابان میں وہ داخل ہونا چاہتے ہیں۔ وہ کس طرح کانٹوں دار جھاڑیوں سے اٹا پڑا ہے۔ جس میں آرام سے ایک قدم اٹھانا دو بھر اور محال ہے۔

سب سے اول نجات کا سوال ہے۔ یہ دنیا چند روزہ ہے۔ پرلوک اور عاقبت ایک دائمی اور سدا رہنے والی چیز ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا آریہ مذہب پرلوگ یا عاقبت میں اپنے پیرؤوں کو ہمیشہ کی نجات دلا سکتا ہے۔ اگر نہیں دلا سکتا تو پھر ایسے مذہب کو اختیار کرنے سے سوائے اس کے کہ اپنی عاقبت خراب کی جائے۔ اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔

ایشور اپنے بھگتوں کے بھی گناہ معاف نہیں کرتا

سوامی دیانند صاحب اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۹ سطر ۱۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال ایشور اپنے بھگتوں کے پاپ معاف کرتا ہے۔ یا نہیں؟

جواب نہیں۔ کیونکہ اگر وہ پاپ معاف کرے تو اس کا انصاف جاتا رہے۔ اور تمام انسان پاپی ہو جائیں۔ کیونکہ درگذر کے سنتے ہی ان کو پاپ کرنے میں بیخوفی اور حوصلہ پیدا ہو جائے مثلاً اگر راجہ گناہ بخشدیا کرے تو لوگ حوصلہ پا کر اور بھی بڑے بڑے گناہ کریں۔ کیونکہ راجہ گناہ بخشدیا کرے گا اور ان کو بھی بھروسہ ہو جاوے گا کہ ہم راجہ سے بذریعہ حرکات ہاتھ جوڑنے وغیرہ کے اپنا قصور معاف کرالیویں گے۔ جو لوگ قصور معاف نہیں کرتے وہ بھی تقصیروں سے نڈر کر پاپ کرنے میں راغب ہو جاویں گے۔ اس لئے تمام اعمال کا مناسب نتیجہ دینا ایشور کا کام ہے۔ نہ کہ معاف کرنا۔

پھر سوامی صاحب اور ان کے پیروکاروں کا قول ہے کہ "اس شخص کو جس نے ۶۳ حصہ نیکی کی اور صرف ایک حصہ بدی کی ہو ہر حالت میں اس قدر گناہ کے عوض میں بھی تکلیف میں جانا پڑے گا۔ یعنی وہ یہ مانتے ہیں کہ گناہ کسی حالت میں کسی شرط پر بھی کسی طرح بھی معاف نہیں کئے جا سکتے۔

اب یہ تو صاف ظاہر ہے کہ ویدک دھرم رتی بھر بھی گناہ نہیں بخشتا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ انسان خواہ کتنی ہی احتیاط کیوں نہ کرے۔ کیسا ہی محتاط عاقبت اندیش پھونک پھونک کر قدم رکھنے والا کیوں نہ ہو۔ ہرگز ہرگز گناہوں سے قطعی پاک صاف نہیں رہ سکتا۔ ممکن ہے کہ بعض آریہ مذہب سے ناواقف لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو کہ گناہ کی سزا تو ضروری ہے۔ ہاں اگر کوئی تضرع۔ عاجزی۔ حلیمی۔ مسکینی سے خداوند تعالیٰ کے حضور گڑگڑائے تو خدا اس کے گناہ معاف کر دے۔ شاید دعا پرارتھنا کے ذریعہ گناہ معاف ہو جاویں۔

بیشک یہ ایک سوال اور معقول سوال ہے جو آریہ مذہب سے ناواقف لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو سکتا ہے۔ اس سوال کے متعلق سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۳۵ سطر ۶ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

یہ محبت کیسی

سوال پرمیشور کی استتی (حمد و ثناء) پرارتھنا (مناجات) اپاسنا (حضوری مراقبہ) کرنا چاہیئے یا نہیں؟

جواب کرنی چاہیئے۔

سوال کیا استتی وغیرہ کرنے سے ایشور استتی کرنیوالے کا پاپ دور کر دے گا۔؟

جواب نہیں۔

سوال پھر استتی۔ پرارتھنا کیوں کی جائے۔

جواب ان کے کرنے کا نتیجہ اور ہی ہے

سوال کیا ہے۔

جواب استتی پرارتھنا وغیرہ کرنے سے ایشور کے ساتھ محبت پیدا ہوتی ہے۔

اس جگہ سوامی صاحب نے اس امر کو قطعی صاف اور واضح کر دیا کہ انسان خواہ کیسے ہی گڑگڑا کر ایشور کے حضور گریہ وزاری اور پرارتھنا وغیرہ کرے مگر وہ کسی کا رتی بھر بھی گناہ معاف نہیں کر سکتا مگر اس کے ساتھ ہی سوامی جی نے لکھ دیا کہ پرارتھنا کرنے سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

پیارو! ایک شخص کے سامنے ہم روتے ہیں چیختے ہیں چلاتے ہیں۔ پیٹتے ہیں مگر وہ ہمارا رتی بھر بھی گناہ معاف نہیں کرتا۔ اور خشخاش کے دانہ کے برابر چیز وہ اپنی گرہ سے دے نہیں سکتا تو بتلاؤ اب اس سے محبت ہو تو کیسے ہو محبت ہمیشہ احسان اور مروت سے پیدا ہوتی ہے جب بقول سوامی دیانند صاحب ویدک ایشور نہ رتی بھر گناہ بخشتا۔ اور نہ رائی کے دانے کے برابر کوئی چیز دے سکتا ہے۔ گویا مہر۔ محبت۔ احسان اور مروت کی کوئی بات بھی اس میں نہیں تو خدارا بتلاؤ کہ محبت کیسے ہو۔ پھر نظر دوڑاؤ۔ دائیں بائیں آگے پیچھے غور کرو وہ چیزیں جو ہماری محبت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو اپنی طرف کھینچتی ہیں ایسی ہمارے آرام اور سکھ کے سامان ضرور موجود ہیں۔ بدون آرام اور سکھ کے بلاوجہ اور بلاسبب آج تک نہ کسی سے محبت ہوئی۔ اور نہ آئندہ ہوگی۔ اب یہ صاف ظاہر ہے کہ ویدک دھرم کسی کے گناہ نہیں بخشتا۔ اور یہ بھی صاف ہے کہ آریہ مذہب میں جیوہتیا سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہزار اور لاکھ پیار رکھنا اور توبہ سے بھی ایشور گناہ نہیں بخشتا اب قابل غور سوال یہ رہ جاتا ہے کہ

کیا آریہ مذہب کے عقائد قابل عمل ہیں

کیا آریہ مذہب کے عقائد واقعی ایسے اعلیٰ اور افضل ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان جیوہتیا اور گناہوں سے دور رہکر آسانی اور سہولت سے نجات پاسکتی جو کسی دھرم اور مذہب کا اعلیٰ نتیجہ ہے حاصل کرسکتا ہے۔ تو اس کے لئے ہمیں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب سے اول ہم آریہ مذہب کے مایۂ ناز عقیدہ اور اصول اعظم ہون پر غور کرتے ہیں۔ کہ کیا آریہ ہون کا طریقہ جس کی ادائگی آریہ صاحبان پر ایسی ہی ضروری ہے جیسے مسلمانوں کے ہاں نماز کا ادا کرنا یہ عقیدہ آریوں کی نجات کے لئے کہاں تک مدد کرسکتا ہے

آریہ بننے کیلئے بیش بہا اشیاء کو آگ میں جھونکو

سوامی دیانند جی یجروید تیرے کے ادھیائے کے پہلے منتر کی یہ تفسیر کرتے ہیں۔ "اے عام انسانوں جس ایندھن سے اچھی طرح روشنی ہوسکتی ہے تم ان لکڑی گھی وغیرہ سے مادی لوک کو روشن کر جیسے اگنہوتری یا سنیاسی کی سیوا کرتے ہیں ویسے ہی تم لوگ آگ کا سیون کرو۔ اور اس آگ میں خوشبو کیسر وغیرہ اور میٹھا گڑ شکر وغیرہ طاقت دینے والا گھی دودھ وغیرہ بیماری کو دور کرنے والی سوم لتا یا گڑچی وغیرہ اور شدھی ان چار قسم کی چیزوں سے اچھی طرح ہون کرے" پھر یجروید ادھیائے ۲ منتر ۹ کی تفسیر میں

سوامی صاحب یہ لکھتے ہیں کہ ہون چھوڑنے کے لائق جو گھی وغیرہ اچھے اچھے پدارتھ ہیں۔ اور اچھی طرح پاک وصاف کئے ہوئے ہون کے قابل کستوری اور کیسر وغیرہ پدارتھ ہیں ہون کی اگنی بھینٹ کر دیا۔

پہلے ہون کی سامگری (سامان) پر ذرا غور کرو۔ خیال فرماؤ۔ کہ آجکل گھی۔ عطر۔ چندن کستوری کیسر وغیرہ اشیاء کسقدر مہنگی۔ ایک غریب آریہ جسکی آمدن بصد مشکل بیس پچیس روپیہ ماہوار کی ہے۔ کنبہ دار ہے جیسے قحط سالی اور کم آمدنی کی وجہ سے گھی ہنڈیا میں ڈالنے کے لئے بھی میسر نہیں آسکتا۔

خدارا غور کرو۔ وہ ہون کی آگ میں جلانے کے لئے گھی کہاں سے لائیگا۔ اور پھر جس غریب نے کبھی عطر۔ چندن۔ کستوری۔ اور کیسر کی شکل تک نہیں دیکھی وہ ان گراں بہا چیزوں کو آگ میں پھونکنے کے لئے کہاں سے پیدا کریگا گھی عطر چندن کستوری جیسی قیمتی چیزوں کو روزانہ ہون کے واسطے آگ میں ڈالنے کیلئے کم از کم ہر ایک آریہ کو بیس روپیہ ماہوار کا متحمل ہونا پڑیگا۔ وہ بھی اگر احتیاط سے خرچ کرے تو بتلاؤ کہ وہ شخص جو بمشکل پچیس روپیہ کا ملازم ہے وہ اپنی تنخواہ سے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالیگا یا اسے کستوری کیسر کو آگ میں جلانے کے لئے خرچ کرے گا۔ معلوم ہوا کہ آریہ مذہب غریبوں کے لئے نہیں ہے حالانکہ مذہب کا یہ اصول ہونا چاہئے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنی انسانی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ ہو۔ اسلام کے ہون یعنی نماز کے لئے کیا ضرورت ہے وضو کے لئے ایک لوٹا پانی کی اگر بیمار ہو تو تیمم کافی ہے یہ اصول جیسا کہ ایک بادشاہ کے لئے قابل عمل ہے ویسا ہی ایک گدا کے واسطے بھی آسان

قیمتی اشیاء کو آگ میں جھونک کر بھی مکتی نہیں

بفرض محال چند دولتمندوں نے ہون کو باقاعدہ ادا کیا۔ اور کستوری۔ کیسر۔ عطر۔ چندن۔ گھی وغیرہ کو آگ میں جھونکا تو کیا ان چیزوں کے جلانے سے خدا خوش ہوکر انہیں نجات دیدیگا؟ جب ہم اسپر غور کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ نجات بلکہ آریہ سماج کے مسلمہ اصول کے مطابق نجات سے اور دوری ہوگی۔ کیونکہ آریہ مذہب میں گناہوں کی معافی نہیں۔ پھر نجات کیسی۔ آپ حیران ہونگے کہ یہ کیسے؟ ہون میں کونسی ایسی چیز ہے۔ جو ثواب کے بجائے پاپ کی طرف لے جاتی ہے۔ تو دوستو! اس کے لئے ہمیں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے

ہون اور جیوہتیا لازم وملزوم ہیں

ہون میں کستوری کا ہونا ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ مگر آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ کستوری کہاں سے آتی ہے۔ جب تک ہرن کو نہ مارا جائے۔ کستوری حاصل نہیں ہوتی۔ گویا کستوری حاصل کرنے کے لئے بے انتہا ہرنوں کی جانیں لینی پڑینگی۔ اور پھر کہیں جاکر ہون کی سامگری تیار ہوگی۔ ممکن ہے کوئی دوست یہ کہدے کہ جب ہرن اپنی موت مرگیا ہو اس وقت اس سے کستوری لے لی۔ تو اسمیں کونسا پاپ ہوگیا۔ مگر دوستو! حقیقتاً یہ بات نہیں جو شکاری لوگ ہرن سے کستوری لیتے ہیں ان سے دریافت کرو کہ کستوری کس طرح حاصل ہوتی ہے۔ اول جب ہرن پر گولی وغیرہ چلائی جائے اور وہ تڑپ رہا ہو تو ایسی نزاع اور جان کنی کی حالت میں کستوری لے جائے۔ تو فبہا ورنہ کستوری تمام جسم میں سرایت کرجائیگی۔ اور پھر اس کا حاصل کرنا قطعی مشکل ہوجائیگا تو گویا کستوری حاصل کرنے کے لئے نہ صرف ہرن پر گولی چلانے کی ضرورت ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ جاں کنی کی حالت میں کستوری کو الگ کرنے کے لئے حد درجہ کی بے رحمی بھی ضروری ہے۔ پس ویدک دھرم تو ایک رتی کیا خشخاش بھر بھی گناہ نہیں بخشتا۔ (باقی آئندہ)

نعمان

شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ مضمون ایڈیٹر نور نے ایڈیٹر صاحب روزانہ اکالی امرتسر کی درخواست پر اکالی کے خاص نمبر کے لئے لکھا تھا۔ جو ۱۳ر جنوری ۱۹۲۴ء کے اکالی سے لیکر نور میں نقل کیا جاتا ہے۔
(ایڈیٹر نور)

"مولوی محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور" مسلمانوں کے قادیانی فرقہ میں ایک نمایاں شخصیت رکھتے ہیں۔ آپ کا مطالعہ سکھ لٹریچر اور سکھ تواریخ کے متعلق بہت وسیع ہے۔ آپ کئی درجن مذہبی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مولوی صاحب آج سے نہیں کئی سال سے اس کوشش میں ہیں۔ کہ سکھوں اور مسلمانوں کی دونوں توحید پرست اقوام میں رشتہ اتحاد زیادہ مضبوط ہو۔ اور آئے دن کے اذان اور جھٹکہ کے نفاق پیدا کرنے والے جھگڑے پیدا نہ ہوں۔ (از ایڈیٹر اکالی)

اگرچہ آجکل قرآن مجید کے گورمکھی ترجمہ کی مصروفیت کی وجہ سے مجھے فرصت بالکل نہیں۔ مگر ایڈیٹر صاحب کے اصرار نے مجھے مجبور کر دیا۔ کہ شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کی مقدس زندگی پر شردھا کے کچھ پھول چڑھانے کا فخر حاصل کروں۔ ۱۷ پوس سمت ۱۷۲۳ بکرمی کی درمیانی رات بہت ہی اہمیت رکھتی ہے۔ جس میں سکھوں کے واجب الاحترام گورو شری گورو گوبند سنگھ صاحب نے جنم لیا۔ گورو صاحب کا مشن ایک خاص خصوصیت رکھتا تھا۔ جس نے ایک قوم کی کایا پلٹ دی۔ گورو صاحب کے پوتر جیون میں چند ایک امور اپنے اندر خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

۱۔ اشاعت حق۔ ۲ جمہوریت۔ ۳ مساوات۔ ۴ استقلال۔ ۵ قربانی۔ اور ۶۔ بے تعصبی

اشاعت حق

اشاعت حق کے متعلق آپ کے یہ اقوال اپنے اندر جو عظمت اور وقار رکھتے ہیں۔ وہ کسی تشریح کے محتاج نہیں۔ آپ فرماتے ہیں ؎

ہم اہ کاج جگت مو آئے
دھرم ہیت گوردیو پٹھائے
جہاں تہاں تم دھرم بتھارو
دشٹ دوکھین پکڑ پچھاڑو
ایہو کاج دھرا ہم جنمنگ
سمجھ لیو سادھو سب منمنگ
دھرم چلاون سنت اپارن
دشٹ سبھن کو مول اپارن

مطلب یہ کہ میں نے دنیا میں سچائی کا علم بلند کرنے کے لئے جنم لیا ہے۔ سچائی کے ہم بدل و جان حامی اور کذب و ظلم کے ہم خطرناک دشمن ہیں۔ تاریخ اس امر کی بہترین شاہد ہے۔ کہ شری گورو مہاراج نے اشاعت حق کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا۔

جمہوریت

جمہوریت سکھوں کا ہمیشہ اصول اعظم رہا ہے اور سکھ تاریخ میں اس کے جنم داتا شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج ہیں۔ دو سو سال کی لگاتار سعی سے جب سکھ قوم ہر طرح سے تیار ہو گئی۔ اور شری دسم گورو نے جب دیکھا۔ کہ قوم ہر طرح سے تیار ہو چکی ہے اور اب اس قابل ہے۔ کہ اپنے پاؤں پر آپ کھڑی ہو سکے۔ تو گورو صاحب کی وسعت قلبی اور ایثار نفسی نے طرفتہ العین کے لئے بھی روا نہ رکھا۔ کہ اب میں ان پر تسلط جماؤں۔ اور آپ نے بخوشی پانچ پیاروں کے ہاتھوں امرت پان کیا۔ اور گورو صاحب کے اس مبارک فعل نے سکھ قوم میں جمہوریت کی بنیاد رکھ دی۔ یہی وجہ ہے کہ بھائی گورداس جی ایسے دقیقہ رس کی سوکشم درشٹی یعنی دوربینی نے انہیں مجبور کر دیا۔ اور وہ بے ساختہ پکار اٹھے۔ کہ

"واہ واہ گورو گوبند سنگھ آپے گور چیلا"

جب گورو صاحب انند پور سے روانہ ہونے لگے تو آپ کے پیروؤں نے عرض کی۔ کہ حضور کی عدم موجودگی میں پنتھ کی باگ ڈور کس کے ہاتھ میں ہو گی۔ تو آپ نے پانچ پیاروں کو منتخب کیا۔ جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ بھائی دیا سنگھ۔ بھائی دھرم سنگھ۔ بھائی مان سنگھ۔ بھائی سنگت سنگھ۔ بھائی سنت سنگھ جب تک سکھ صاحبان کا عمل "پنج پر دان پنج پردھان" پر رہا۔ فتح و نصرت نے ہمیشہ پنتھ کے پاؤں چومے۔ اور جب سکھوں سے یہ خصوصیت جاتی رہی۔ تو کامرانی نے بھی سکھوں سے منہ پھیر لیا۔

مساوات

سکھ دھرم میں مساوات ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ وہ قوم جو سالہا سال سے منو کی تعلیم سے پرورش یافتہ ہو، اور برہمن دھرم کی گرویدہ اور فریفتہ ہو چکی تھی۔ اور ان کے رگ و ریشہ میں ورن بیوستھا سرایت کر چکی تھی۔ ایسی قوم کے سامنے مساوات رکھنا اور انہیں یہ سبق دینا ایک بہت کٹھن منزل تھی۔ مگر گورو صاحب کے استقلال اور عملی نمونہ نے سب مشکلات کا قلع قمع کر دیا اور

ایک پتا ایکس کے ہم بارک

اور

ایک نور تے سب جگ اوپجیا کون بھلے کون مندے

گرہ واس میں کل نہیں جاتی
برہم بندتے سب اوت پاتی

وہ قوم جس کے سایہ سے ہندو لوگ بھرشٹ ہو جائیں۔ جس کی شکل دیکھنے کے روادار نہ ہوں شری گورو صاحب نے ایسے لوگوں کو اپنے سینہ سے لگایا۔ اور انہیں اپنے گوشت کا پوست سمجھا۔ اور ارشاد فرمایا۔

"رنگریٹے گورو کے بیٹے"

آج جبکہ اچھوت ادھار کا غلغلہ ہر چہار سو بلند ہو رہا ہے۔ ممکن ہے کسی کے دل میں اس

ساوادات کا وزن زیادہ اہمیت نہ رکھے - مگر آپ آج سے ذرا دو تین سو سال پیشتر کا نظارہ اپنے سامنے لائیں - جبکہ ایک انسان دوسرے انسان کو حیوان سے بھی بدتر سمجھتا تھا - ایسی حالت میں

"ایک پتا اکیس کلجا وک"

کا نعرہ بلند کرنا اور ہندو دنیا جنہیں گوبر کے کیڑے دل سے بھی بدتر سمجھتی تھی - انہیں اپنی چھاتی سے لگا کر

"رنگریٹے گرو کے بیٹے"

کا خطاب دینا یہ حقیقت اپنے سامنے رکھتے ہوئے بیساختہ گورو جی مہاراج کی شان مبارک میں تحسین و آفرین کا نعرہ بلند کرنے کو دل چاہتا ہے۔

امرت پان کی رسم جو گرو صاحب نے قائم کی - اس کا منشا ہی یہ تھا - کہ سکھوں میں ذات پات کی تمیز کو بالکل اڑا دیا جائے - چنانچہ امرت پان کرنے والے کو اس وقت یہ کہا جاتا ہے - کہ آج سے تمہارا پتا شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج اور ماتا شری میتی صاحب دیوان جی اور ونس (ذات) سوڈونس - مگر سکھ صاحبان کی عملی زندگی میں اس مساوات کا رنگ ہمیں کہاں تک ملتا ہے - اور روٹی و بیٹی کے تعلقات میں اس پر کہاں تک عمل ہوتا ہے - میری نسبت سکھ صاحبان اسے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں - ہاں میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا - کہ سکھوں کی فلاح اور کامرانی اسی میں ہے - کہ وہ مساوات کو اپنا مکھ کارن بنائیں۔

استقلال

کسی مہاتما اور بزرگ کے لئے استقلال کی اشد ضرورت ہے عربی میں ضرب المثل ہے

"الاستقامت فوق الکرامت"

یعنی استقامت کرامت سے بڑھکر ہے - اپنے قدم کا نہ ڈگمگانا اور اپنے نقطۂ نگاہ پر طوفان میں چٹان کی طرح قائم رہنا اس سے بڑھکر اور کیا کرامت ہو سکتی ہے - شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کی شخصیت میں یہ پہلو ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے - اور اس کا بہترین نمونہ چمکور کا میدان محشر ہے - پہاڑی راجاؤں کی لگاتار سازشوں نے شاہی فوج کو شری گورو صاحب کے برخلاف فوج کشی کے لئے مجبور کر دیا گورو صاحب مٹھی بھر جماعت سے چمکور کے قلعہ میں مقابلہ کے لئے ڈٹ گئے - مشکلات اور مصائب کو مدنظر رکھ کر ماجھے کے بہادر سکھوں نے گورو صاحب کا ساتھ چھوڑ دیا - صرف چالیس سکھ آپ کیساتھ رہے - ان میں پہلے آپ نے اپنے سولہ سالہ بڑے صاحبزادہ کو دشمن کے مقابلہ میں بھیجا - جب بڑے صاحبزادہ جنگ میں کام آئے تو چھوٹے صاحبزادہ جھنجھار سنگھ صاحب جن کی عمر گیارہ سال کی تھی - آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے اس ننھے بچہ کے سر پر دستار سجائی اور ہتھیاروں سے آراستہ کر کے کہا - جاؤ بچہ میدان جنگ میں دشمن کیساتھ لڑو - اور فتح پاؤ - یا رن میں کام آؤ - تمہارا بڑا بھائی تمہاری انتظار کر رہا ہے - جنگ میں جاتے وقت ننھا بچہ پیاس بجھانے کیلئے پانی کا طلبگار ہوتا ہے شری گورو صاحب فرماتے ہیں - کہ یہ پانی اب تمہاری پیاس نہیں بجھا سکتا - جاؤ میدان جنگ میں شربت شہادت پیو - وہی تمہاری پیاس کو بجھا سکتا ہے - بچہ باپ کے ارشاد کو سر آنکھوں پر رکھتا اور سیدھا میدان جنگ کا رخ کرتا ہے۔ اور وہاں بہادروں کی طرح رن میں کام آتا ہے دشمن نے سمجھا کہ بس دو لڑکوں کے مارے جانے کے سبب اور سکھوں کے ساتھ چھوڑ دینے کی وجہ سے باپ کا دل ٹوٹ چکا ہوگا - پیغام بھیجتا ہے کہ آپ ہتھیار رکھ دو - شری گورو صاحب یہ جواب دیتے ہیں - کہ یہ پیغام کسی بزدل کو دو - موت ہمارے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی -

جس مرنے تے جگ ڈرے میرے من آنند
مرنے ہی تے پائیے پورن پرمانند

موت ہمارے لئے خوشی کا پیغام ہے کیونکہ مرنے کے بعد ہی اس دیالو اور کرپالو رحیم و کریم خدا کے درشن ہو سکتے ہیں - جیتے جی ہماری تلوار ہم سے علیحدہ نہیں ہو سکتی - تم ہماری قلعت پر مت جاؤ -

سوا لاکھ سے ایک لڑاؤں
تبھی گوبند سنگھ نام رکھاؤں

یہ دلیرانہ جواب سنکر دشمن حیرت زدہ رہجاتا ہے۔

یہ جواب شری گورو گوبند سنگھ صاحب کس وقت دیتے ہیں - جبکہ صرف چالیس سکھ آپ کیساتھ ہیں - دو صاحبزادے آنکھوں کے سامنے میدان کارزار میں کام آچکے - رسد کبھی کی ختم ہو چکی - ایسی حالت میں جبکہ بظاہر یاس اور نا امیدی کے بادل ہر سو چھائے ہوئے ہیں - ایسی حالت میں گورو صاحب دشمن کو یہ جواب دیتے ہیں - کہ "جیتے جی یہ تلوار ہمارے ہاتھ سے علیحدہ نہیں ہو سکتی - اوہ کس قدر استقلال ہے - ہندو راجپوت راجے آپ کے جانی دشمن آپ کے خاندان دہیر مل وغیرہ آپ کی جان کے لاگو - غرضکہ ہر طرف خوف و ہراس طاری ہے - مگر گورو صاحب طوفان میں چٹان کی طرح قائم ہیں - اور آپ کا قدم جادۂ اعتدال سے ایک انچ بھی تو ادھر ادھر نہیں ہوتا۔

قربانی

دو صاحبزادے میدان جنگ میں کام آچکے ہیں باقی دو سرہند میں کام آ گئے - کثرت سے حلوہ مانڈہ کھانے والے سکھ آپ سے علیحدہ ہو چکے - ایسی حالت میں آپ کی حرم محترمہ آپ سے پوچھتی ہیں - میرے جگر کے ٹکڑے کہاں گئے - باپ اور پیارا باپ جس نے اپنی ماتا کی گود میں ہی اپنے والد بزرگوار کا یہ قول سنا تھا کہ:-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چنتا تا کی کیجیئے جو انہونی ہو
ایہ مارگ سنسار کو نانک تھر نہیں کو
جو اوپجے سو نبس ہے پروآج کے کال
نانک ہر گن گائیکے چھاڈ سگل جنجال

یعنی جو پیدا ہو - اس نے مرنا ہے پھر غم کا ہیکا ان باتوں کو چھوڑو - اور اللہ کی درگاہ میں جھک جاؤ۔ وہ بہادر باپ اپنی سنگت کی طرف اشارہ کر کے اپنی دھرم پتنی کو یہ جواب دیتا ہے۔

ان پترن کے سیس پر وار دئے ست چار
چار موئے تو کیا ہوا جیوت کئی ہزار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یعنی میں نے اپنے ان بچوں پر اپنے چار بچوں کو قربان کر دیا۔ تو کیا ہوا۔ جبکہ میرے کئی ہزار بچے زندہ ہیں اور پھر یہ چار بچے بھی تو اسی اکال پورکھ کے دیئے ہوئے تھے۔ اسی کی امانت تھی سو لے لی۔

میرا مجھ میں کچھ نہیں جو کچھ سو تیرا
تیرا تجھ کو سونپتے کیا لاگے میرا

اب غور کرو کہ حق کے لئے کس قدر ایثار اور قربانی ہے۔ گورو صاحب کو اپنے خدا پر پورا پورا بھروسہ تھا۔ چنانچہ آپ ظفر نامہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

چوں حق یار باشد چہ دشمن کند
اگر دشمن را بعید تن کند
ہر آنکس کہ او را سنبازی کند
چشم بر ور رحم سازی کند

یعنی جب اللہ مہربان ہو۔ تو دشمن کیا بگاڑ سکتا ہے جو حق پر قائم رہتے ہیں۔ اللہ کے فضلوں کے وہی وارث ہوتے ہیں۔ اس قربانی۔ ایثار۔ یقین حق اور استقلال کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ انہوں نے واقعی چڑیوں سے باز اور گیدڑوں سے شیر مروا دیئے۔

بے تعصبی

بعض کوتاہ بیں گورو صاحب کی ذات والا صفات پر الزام لگایا کرتے ہیں۔ کہ خدانخواستہ گرو صاحب متعصب اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے ایسے کوتاہ بیں گورو صاحب کی عظیم ہستی کو اپنی تنگ خیالی سے ناپا چاہتے ہیں۔ اور گورو صاحب کے عمل سے بالکل آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ گورو صاحب تو صاف فرماتے ہیں۔

جنہیہ تے اٹھ گیو بھرم ارکا
تنہہ اگے ہندو کیا ترکا

یعنی جن کی نظر وسیع ہو گئی۔ اور اللہ کی معرفت حاصل ہو گئی۔ تو ان کا بھرم جاتا رہا۔ ان کے سامنے ہندو اور مسلمان یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

گورو صاحب کی فوج میں کئی پٹھان تھے۔ خاص آپ کے حفاظتی دستہ میں دو پٹھان معہ سید بڈھن شاہ صاحب مسلمان بزرگ گورو صاحب کی طرف سے ہزاروں کی فوج کے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑے۔ خود اس لڑائی میں سید صاحب موصوف کے دو بچے بھی کام آ گئے۔ اور پھر خود سید صاحب بھی گورو جی کی ہمدردی کی وجہ سے قتل کئے گئے۔ نبی خاں اور غنی خاں کون تھے ماچھی واڑہ کے دو پٹھان جنہوں نے گورو صاحب موصوف کی پالکی کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر کئی میل لے جانا اپنے لئے موجب فخر سمجھا۔ اور گورو صاحب کی اس وقت خدمت کی۔ جبکہ اپنے اور بیگانے گورو صاحب کے جانی دشمن ہو رہے تھے خود گرو صاحب بہادر شاہ کی طرف سے ہو کر لڑے۔ کیا گرو صاحب کا یہ طرز عمل ہمارے لئے بہترین رہنما نہیں ہو سکتا؟

کہا جاتا ہے کہ گورو صاحب کے دو صاحبزادوں کو سرہند میں زندہ دیوار میں چنوا دیا گیا۔ بیشک یہ ظلم اور صریح ظلم ہے۔ کوئی ظالم سے ظالم حکومت بھی اسے طرفۃ العین کے لئے جائز قرار نہیں دے سکتی مگر سکھ دوستو! نہ تو یہ ظلم شرع کے فتوے سے ہوا۔ اور نہ سلطنت نے ایسا حکم دیا۔ ایک نواب کی حماقت کا یہ نتیجہ ہے۔ جو دیوان سچا انند اور گنگو برہمن کے زور دینے پر ان کی باتوں میں آ گیا۔ کیا سکھ تاریخوں میں یہ واقعہ موجود نہیں۔ کہ جب نواب شیر محمد خاں والیٔ مالیر کوٹلہ نے نواب سرہند کو بھری مجلس میں پھٹکار ڈالی۔ اور معصوم بچوں کی ہمدردی میں اپنی آواز کو بلند کیا۔ تو دیوان سچا انند نے نواب موصوف کی سخت مخالفت کرتے ہوئے یہ کہا۔ کہ بچوں کو کسی صورت میں بھی زندہ نہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ

"افعی راکشتن و بچہ اش را نگہداشتن کار خردمنداں نیست۔ چرا کہ گرگ زادہ آخر گرگ شود۔"

نواب سرہند کی نسبت گنگو برہمن اور دیوان سچا انند ان معصوم بچوں کے قتل کے زیادہ ذمہ دار ہیں جنہوں نے ان صاحبزادوں کو سانپ اور سانپ کے بچے کہکر جان سے مارنے کیلئے نواب سرہند کو مجبور کیا۔ اور جب حکومت کو یہ معلوم ہوا تو اس نے فوراً نواب سرہند کو ہمیشہ کے لئے نوابی سے برطرف کر دیا۔ اور اس کی اولاد کو بھی ارث نوابی سے محروم کر دیا۔ بہرحال جو کچھ ہوا۔ یہ صریح ظلم تھا۔ اور ہم اس ظلم کے ارتکاب کرنے والوں پر علی الاعلان پھٹکار بھیجتے ہیں۔

نبی خاں اور غنی خاں اور سید محمد حسن اور سید بڈھن شاہ کی مثالیں اس امر کو بخوبی ظاہر کرتی ہیں۔ کہ زمانہ سابق میں سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات خوشگوار تھے۔ گورو صاحب طرفۃ العین کے لئے بھی اسلام اور اسلام کے ماننے والوں کے دشمن نہیں ہوئے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو سید بڈھن شاہ صاحب معہ اپنے ہزاروں لاؤ لشکر اور دو بیٹوں کے گورو صاحب پر اس طرح قربان نہ ہو جاتے۔ اگر گورو صاحب خدانخواستہ مسلمانوں کے دشمن ہوتے تو کبھی نبی اور غنی خاں پٹھان ایسے نازک وقت میں جبکہ شاہی فوج گورو صاحب کی تلاش میں تھی۔ اور خود ہندوؤں نے گورو صاحب کو امداد دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ یہ دو مسلمان پٹھان گورو صاحب کو امداد نہ دیتے اور آپ کی پالکی کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر کئی میل چلنا اپنے لئے موجب فخر نہ سمجھتے۔ میری یہ دلی خواہش ہے کہ اب بھی سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات باہمی خوشگوار ہو جائیں۔ اور آئے دن سکھ دیہات میں اذان وغیرہ کے جھگڑے جو بپا ہوتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ کے لئے یہ جھگڑے دور ہو جائیں۔ گورو صاحب فرماتے ہیں۔

دیو ولہ مسیت سوی پوجا و نماز اوئی
دوسرا نہ بھید کوئی بھول بھرم مانیو

یعنی ٹھاکر دوارہ اور مسجد میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ پھر پوجا اور نماز میں کیا فرق۔ جو نماز اور مسجد کی مخالفت کرتا ہے وہ غلطی پر ہے۔

پھر وہ توحید پرست مذہب جو توحید اور وحدت پر اپنی جان فدا کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہو۔ جن کے ہاں یہ صاف لکھا ہو۔

کبیر سپنے ہوں بڑ اٹھیکے جبنہ مکہہ نکسے رام
تانکے پگ کی پاہنی میرے تن کو جام

اگر کوئی خواب میں بڑ اکر بھی اللہ کا نام لے تو ایسے شخص کے پاؤں کی جوتی اگر میرے چمڑے سے تیار کی جائے۔ تو زہے قسمت۔ سبحان اللہ کس قدر خدا اور خدا کے بھگتوں سے پریم۔ اس سے بڑھکر خدا پرستی کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔

سکھ دوستو! اذان کیا ہے۔ توحید کی طرف بلاوا۔ اور اللہ اکبر کا نعرہ۔ اب ہم میں سے کون ہے جو اللہ اکبر کے نعرہ سے روگردانی کرے۔ خدا ہم سب کو توحید پرستی کی توفیق دے۔

لوگ موتیوں کے سرمہ کو پسند کرتے ہیں

اس لئے کہ یہ ضعف بصر۔ ککرے۔ خارش چشم۔ پھولا جالا۔ پانی بہنا۔ دھند۔ پڑبال۔ غبار۔ ابتدائی موتیا بند غرضکہ آنکھوں کی جملہ بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔ اس کے لگاتار استعمال سے عینک کی حاجت نہیں رہتی قیمت فی تولہ عا علاوہ محصولڈاک جو سال بھر کیلئے کافی ہے۔ مزید طمینان کیلئے تازہ شہادت ملاحظہ ہو۔

ایک ڈپٹی کمشنر کی شہادت جناب خان بہادر میرزا سلطان احمد خان صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر اوکاڑہ سے لکھتے ہیں۔ کہ ایک آنکھوں کے مریض جسکی بصارت میں دن بدن کمی اور دھند بڑھتی جاتی تھی۔ کو آپ کا سرمہ دیا چندروز کے استعمال کے بعد اس نے مجھ شکریہ کیساتھ کہا کہ اس سرمہ کے استعمال سے میری آنکھوں کی نور بصارت ترقی پر ہے دھند جاتی رہی۔ آنکھوں میں ٹھنڈک اور نظر میں تیزی ہے میں بغرض افادہ عام یہ نوٹ اشاعت اخبار کیلئے خدمت میں بھیجتا ہوں۔ تا اور لوگ بھی اس سے مستفیض ہوسکیں۔ ملنے کا پتہ:۔ **منیجر اخبار نور کارخانہ موتیوں کا سرمہ قادیان ضلع گورداسپور**

رسالہ شمس الاسلام دکن سے ایک صاحب ہندوستان کی مشہور لائبریریوں کی ایک فہرست بھیجکر درخواست کرتے ہیں کہ رسالہ مسلم سن رائز ان کتب خانوں کے نام اگر جاری کر دیا جائے تو بہت دینی فوائد حاصل ہوں گے۔ اسواسطے بذریعہ اعلان ہذا تحریک کیجاتی ہے

اعظم المقال فی اعظم الرجال

یعنے

دنیا کا سب سے بڑا آدمی

(از قلم مکرم مولنا عبد الکریم خاں صاحب)

خاص نور کے لئے

دنیا کے شروع ہی سے ایسے برگزیدہ نفوس زکیہ کا وقتاً فوقتاً ظہور ہوتا رہا ہے جنہیں ابنائے وطن یا اہل قوم کی جانب سے عظمت و خلافت کی خاص خلعت تکرمت نصیب ہوئی ہے۔ ارباب تحقیق اس تفتیش و تنقیح کی فکر میں سرگرم رہے ہیں کہ اس معزز و مقتدر گروہ میں دنیا کا بزرگ ترین انسان کس کو قرار دیا جائے؟ مختلف مناظروں اور مباحثوں میں یہ معرکتہ الآرا مسلہ معرض بحث میں آیا۔ غالباً ہر زمانہ میں ہر قوم کا ذی علم طبقہ اس مشکل سوال کے حل کرنے کی فکر میں پریشان و سرگرداں رہا۔ ارباب فضل تحقیق کے شایق اصحاب کی توجہ اکثر اس طرف مبذول ہوئی۔ اور اس دلچسپ مباحثہ کا کچھ نہ کچھ برا بھلا نتیجہ کبھی مترتب اور رونما ہوا۔

مختلف زبانوں میں مختلف قوموں سے اس اہم مضمون پر جو مختلف مباحثے اور متخالف فیصلے کئے گئے ہیں۔ ان پر ایک ناقدانہ نظر ڈالنا اور حکیمانہ غور کے بعد محققانہ تبصرہ کرنا یقیناً دلچسپی اور سودمندی سے خالی نہیں ہے۔

لیکن یہ بالبداہت ظاہر ہے۔ دنیا میں ہر شخص کی طبیعت قابلیت اور رجحان طبع جداگانہ ہے۔ اور یہ دشوار بلکہ محال ہے کہ تمام دنیا ایک ہی نتیجہ پر متفق الرائے ہو جائے۔ مختلف ملکوں کے مختلف مبصروں نے مختلف زبانوں میں مختلف مطامح نظر کے لحاظ سے مختلف معیار قائم کئے ہیں۔ نیز انہی پسندیدہ اوصاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی خیالی کسوٹی پر اپنے ممدوح کی بزرگی کا امتحان کیا ہے اور مظنونہ علم و خیال کے مطابق جس شخص میں پسندیدہ وصف بدرجہ اتم پایا گیا۔ اسی کے حق میں قلمرو ئے عظمت و جلالت کی فرمان روائی کا منشور صادر ہوا ہے۔ اس طریق تحقیق کی غلطی ظاہر ہے۔ ہر ایک محقق نے اپنے مذاق اور معیار کے مطابق اکثر و بیشتر صرف ایک ہی وصف کو محک امتحان قرار دیا ہے۔ اور اپنے محبوب خیال کے عشق میں دیگر خوبیوں کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے علاوہ ازیں مختلف فضائل کے موازنہ اور محاسن کے انتخاب میں بھی سخت لاپروائی کا اظہار بلکہ شدید غلطی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ یعنی بہترین صفت کی تجویز میں بھی زبردست مخالفت ہے۔ "وہ کونسا وصف ہے جس کی بدولت بزرگی کی صف اولین میں کسی کو بلند ترین مرتبہ حاصل ہوسکتا ہے"؟ یہ ایک نازک و اہم اور دقیق سوال ہے کسی نے سلطنت و حکومت کو اپنا مطمح نظر قرار دیا ہے۔ بعض نے تدبیر مملکت اور آئین سیاست کو لیا ہے۔ کوئی فوجی قوت اور ملکی فتوحات کی کثرت کی طرف گیا ہے۔ ایک علم و حکمت کا شیدائی ہے دوسرا تقوے و طہارت کا فدائی۔ چند نیکی اور راستبازی کی طرف گئے ہیں۔ کچھ صداقت اور انسانی خدمت کی جانب میلان رکھتے ہیں۔ ان مختلف مباحثات کا لازمی نتیجہ یہ ہے کسی کی نظر میں بادشاہ اور فاتح کو یہ عزت نصیب ہے۔ بعض کے خیال میں کسی مدبر یا مقنن کو یہ فخر حاصل ہے۔ کوئی کسی حکیم یا فلسفی کو یہ مرتبہ دیتا ہے بعض کسی مقدس ولی یا مصلح قوم کو متصف یقین کرتے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے تقریباً سب نے کوتاہ نظری سے اپنے ممدوح کی زندگی کے صرف ایک ہی تابناک رخ کو دیکھنا چاہا ہے۔ مثلاً جو کسی بادشاہ کو سب سے بڑا مرتبہ دیتے ہیں۔ وہ اس کی زندگی

کہ ناظرین ان لائبریریوں کے نام رسالہ جاری کراکر ثواب حاصل کریں۔ قیمت رسالہ ایک سال کے واسطے مبلغ پانچ روپے ہے۔ چندہ میرے نام بھیجدیں۔ آگے میں سب انتظام کر دوں گا۔ والسلام

مفتی محمد صادق۔ ڈی۔ ڈی قادیان
ضلع گورداسپور

سے پاس کرو
بی اے یا
فرس خریدو
... گھنٹہ ...
پس جاتا ہے۔ اور
دانا فی گھنٹہ ... من
دلا جاتا ہے۔ دو بیل
بخوبی چلا سکتے ہیں
وزن مشین ... من ...
پنچہ ... نرخ فی من ...
پچاس روپے پیمانہ
... کے یہاں روانہ کیا
جاتا ہے
پتہ
میاں مولا بخش انجینئر
... ضلع گورداسپور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے صرف ایک ہی رخ یعنی شاہانہ کروفر کو دیکھتے ہیں۔ اور زندگی کے دیگر مناظر شخصی و تمدنی اخلاقی و روحانی کو بالکل نظر انداز کر جاتے ہیں۔

اب ایسی حالت میں جب کوئی شخص دوسرا معیار بزرگی مثلاً اخلاق فاضلہ یا روحانیت کاملہ تجویز کرتا ہے۔ تو وہ اختلاف رائے کے اظہار اور اس کا فیصلہ منسوخ کرنے کے لئے مجبور ہوتا ہے۔ یہ واقعات یعنی اختلافات اس امر کا یقین دلانے کے لئے کافی ہیں۔ کہ صرف ایک ہی وصف کسی کی فضیلت کا صحیح معیار نہیں ہے۔ بالخصوص جبکہ کسی ایک خوبی کو معیار بزرگی تسلیم کرنے پر بھی اس کے تعین میں اپنی جداگانہ ذاتی پسندیدگی کے لحاظ سے اختلاف باہمی کا سلسلہ برابر قائم رہے۔

پس اگر تمام مسلمہ بہترین اوصاف جلیلہ کسی ایک ہی شخصیت میں مجتمع پائے جائیں تب وہ برگزیدہ ہستی یقیناً بغیر کسی شک و شبہ کے اس امر کا اہل انصاف کی نظر میں واجبی استحقاق رکھتی ہے۔ کہ اعلیٰ ترین امتیازات کے بہترین خطابات سے اس کو ممتاز و مفتخر کیا جائے۔ ہر منصف مزاج ذی عقل دانشمند اور راستباز کے نزدیک تمام بنی نوع میں بالاتفاق وہی بزرگ ترین تسلیم کیا جانا چاہیئے۔ جملہ حق پسند مجبور ہوں گے کہ اس کی ممتاز ترین فضیلت کا اعتراف کرنے میں مسرور ہوں۔

اب ہمیں اس اعلیٰ غرض کے لئے مشاہیر عالم میں ایسے شخص کی تحقیق و جستجو کرنی چاہیئے جو مسند فضیلت کے عالی ترین مقام پر باریابی حاصل کرنے کا بہترین استحقاق رکھتا ہو۔ جو بادشاہ اور فاتح بھی ہو مدبر و مقنن بھی۔ حکیم و فلسفی بھی ہو مصلح قوم۔ ہادی ملت بھی پیرو مرشد اور مقدس پیغمبر ہونے کے ساتھ ایک ذکی۔ دانشمند۔ نیک کردار اور راستباز شخص ہو۔ قصہ مختصر جملہ بہترین مادی و معادی جسمانی روحانی فضائل و محاسن کا جامع و مونس ہو۔

وہ ایسا بادشاہ ہو جس کا قبضہ نمائشی اور عارضی نہ ہو۔ بلکہ جس کی سلطنت نہایت وسیع اور مستقل بنیاد پر قائم ہو۔ ایسا فاتح جس کی فتوحات حدود سے ناآشنا ہوں۔ ایسا مدبر و مقنن جس کا آئین نہایت معقول قابل عمل اور مکمل ہو۔ ایسا مدبر سلطنت و ماہر سیاست ہو جس کی حکمت عملی میں عیاری کا جزو ذرہ بھر بھی شامل نہ ہو جس کی تدبیر سیاسی اپنے اندر کسی قسم کے مضر نتائج مخفی نہ رکھتی ہو۔ ایک دانشمند مقنن اور عادل حاکم ہو۔ جس کی حکمت عملی تمام تر راستبازی پر مبنی اور منحصر ہو۔ وہ ایسا دلاور سپہ سالار ہو۔ جو کبھی میدان سے فرار ہونا اور پشت پھیرنا نہ جانتا ہو۔ وہ ایسا مستعد اور مستقل مزاج سپاہی ہو۔ جو کمزوری اور مایوسی سے بالکل ناآشنا اور غیر متاثر ہو۔ شکست جس کی ہمت کو پست نہیں کر سکتی۔ وہ ایسا مصلح ہو جس کا فیض ایک ہی قوم ایک ہی ملک اور ایک ہی زمانہ کیساتھ مخصوص نہ ہو۔ بلکہ جس کی رحمت کا ابر ہمہ گیر و عالمگیر یعنی ہر زمانہ میں کل دنیا تمام بنی نوع پر مُرتشح ہو۔ وہ ایسا معلم یعنی ہادی و مرشد ہو۔ جس نے نوع انسان کو اخلاقی منزل کے اسفل السافلین سے نکال کر مکارم اخلاق کے اعلیٰ علیین پر پہنچا دیا ہو۔ اس نے ایسی قوم بنائی ہو جو ایک ہی نسل ایک ہی رنگ ایک ہی ملک ایک ہی زبان پر منحصر نہ ہو۔ بلکہ اس کے احسان کا مائدہ رحمت سب کیلئے وسیع کشادہ اور وقف عام ہو۔

اس کی نبوت کی مشعل ہدایت ایک ہی قرن میں ختم نہ ہو گئی ہو۔ بلکہ اس آفتاب رسالت کے نور کی روشنی پورے جاہ و جلال کیساتھ ہر ملک ہر قوم ہر زمانہ کے لئے محفوظ و برقرار ہو۔ وہ ایسا حکیم و فلسفی ہو جس کے اصول ہر قضایا عقل سلیم کی نظر میں نہایت صحیح اور نہایت معقول ہوں۔ وہ ایسا ولی اور مرشد ہو جس کے دامن تقدس پر کوئی داغ نہ ہو۔ وہ ایسا انسان ہو۔ جو اپنی ذات اپنی نوع اپنے خالق اور مخلوق کیساتھ صادق و وفادار اور زندگی کے ہر شعبہ میں کامل راستباز ہو۔ یہ ہمارا مطمح نظر اور مقررہ معیار رہے۔

اب ہمیں اس امر کے دیکھنے اور جاننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیا روئے زمین پر کبھی کوئی ایسا شخص بھی گذرا ہے۔ جو فی الواقع مذکورہ بالا جنبہ صفات حسنہ کا مجسمہ ہو۔ جس میں وہ تمام اوصاف خاص امتیازی شان کیساتھ پائے جائیں۔ جو ہم نے تجویز کئے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مشاہیر عالم کی صف اولین میں اس ممتاز ترین مقام پر ایک اور صرف ایک ہی شخص نظر آتا ہے۔ وہ ذات گرامی رسول عربی محمد الامی کی ہے۔

سرسری اور سطحی نظر سے دیکھنے والے مخالف نکتہ چیں اور موافق نکتہ سنج عجب ہیں۔ ہمارے اس فیصلہ کو "کس نہ گوید کہ دوغ من ترش است" کے تمسخر کیساتھ مذہبی عقیدت کا ثمر قرار دیں۔ لیکن خدا کی شان ہے۔ ہماری خوش نصیبی سے جو کام ہمارے کرنے کا تھا وہ خود مخالفوں کے ہاتھوں ہی انجام پایا ہے۔ ہمارے لئے یہ بس کرتا ہے۔ کہ ان کی تحقیقات کو ایک خاص سلسلہ میں باہم مربوط کر کے ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ جلد یا بدیر۔ جہل و تعصب کی گھنگھور گھٹاؤں کو دور ہو کر عالم تاب آفتاب حق کا طلوع ہونا ضرور ہے۔ حق و باطل میں امتیاز کا روشن اور آسان ہونا کسی روز لازمی ہے۔ اندھا اندھی کو دھوکہ دے سکتا ہے۔ لیکن وہ اس شخص کو فریب نہیں دے سکتا۔ جو دو روشن آنکھیں رکھتا ہو۔

ڈاکٹر الڈگ ورتھ کا قول ہے: "دل و دماغ دھوکہ کھا سکتے اور ناکام ہو سکتے ہیں۔ جبکہ نئے خیالات اور مطمح نظر سامنے آئیں۔ لیکن ایسا وقت بھی آنا ضروری ہے۔ جبکہ باطل پژمردہ ہو جائیگا اور حق ناآشنا رہیگا!!"

سیل پیپر گر۔ میور وغیرہ اپنے جیبوں کو دھوکہ دے سکتے ہیں۔ لیکن صادق محقق جو تنگ نظری اور کور باطنی سے بری ہے۔ وہ قومی جنبہ داری اور تعصب مذہبی کو فوراً پہچان جائیگا۔ (باقی دارد)

گرنتھ صاحب اور فرید رحمۃ اللہ علیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک دقیقہ رس منصف مزاج کی قلم سے

گرنتھ صاحب کی ترتیب گورو ارجن دیو صاحب کے عہد میں ہوئی ہے۔ گویا پانچویں گرو جی اس کے مرتب کرنے والے ہیں اور وہی اس کے جامع بھی ہیں۔ ہم اس وقت یہ ذکر نہیں کریں گے کہ کیونکر اور کن ضوابط کے تحت گرنتھ صاحب جمع ہوتا رہا۔ اور تنقید حقیقت کے واسطے کیا کچھ اصول اور قواعد موضوع تھے ہم اس قسط میں صرف یہ جتانا اور دکھانا چاہتے ہیں کہ منجملہ اس کلام کے جو سری گرنتھ صاحب میں اصل کلام گرنتھ جی مانا گیا ہے۔ حضرت فرید علیہ الرحمۃ کا کلام اور شبد بھی ہیں۔

حضرت فرید رحمۃ اللہ علیہ

یہ فرید بابا فرید شکر گنج علیہ الرحمۃ نہیں ہیں کیونکہ وہ تو بابا نانک جی علیہ الرحمۃ کے بہت پہلے گذر چکے تھے۔ یہ کوئی اور حضرت فرید ہیں۔ جو عہد بابا صاحب میں موجود تھے۔ اور سکھوں کی مذہبی تاریخ اور کتابوں سے پایا جاتا ہے۔ کہ بابا صاحب کیساتھ یہ حضرت فرید دوستانہ یا مخلصانہ راہ و رسم رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ یہ ہم سفر بھی رہے تھے۔ جس سفر میں دونوں کے دودھ پینے کا واقعہ جنم ساکھی کلاں میں بیان کیا جاتا ہے۔

اقوال فرید علیہ الرحمۃ

سری گرنتھ صاحب میں ایک نہیں چند ایک اقوال درج ہیں۔ اور یہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ جس جس بزرگ کے اقوال اور شبد گرنتھ صاحب میں درج ہیں وہ گرنتھ صاحب کے مسلمہ اقوال میں شمار ہوتے ہیں۔ اس اصول پر یہ کہنا ہی نہیں۔ بلکہ مان بھی لینا چاہیئے۔ کہ جو اقوال حضرت فرید کے نام سے سری گرنتھ صاحب میں زیب ترقم پا چکے ہیں۔ وہ عین گرنتھ صاحب کے اقوال ہیں۔ اور حضرت باباجی علیہ الرحمۃ کی ان پر مہر تصدیق اور قبولیت ثبت ہو چکی ہے۔ اور یہاں وجہ وہ گویا خود حضرت باباجی کے ہی شبد و اقوال ہیں۔

چند اقوال

ہم چند اقوال ذیل میں درج کر کے ناظرین اور خصوصاً منصف مزاج اور محقق سکھ صاحبان کو توجہ دلاتے ہیں۔ کہ وہ ان اقوال پر غور کریں۔ اور پرکھیں۔ کہ گرنتھ صاحب میں ان کا داخلہ کیا کچھ مطلب رکھ سکتا ہے۔ اور اس وقت ہمیں ان الفاظ کے مفہوم کی وسعت کی بابت تنقیدی پہلو سے کیا کچھ فیصلہ کرنا اور قرار دینا چاہیئے۔

جن پر سکھ صاحبان کو نظر تدبر ڈالنی چاہیئے وہ یہ ہیں۔

تین شلوک

فریدا بے نماز اکتیا ایہہ نہ بھلی ریت
کدہی چل نہ آیوں پنجے وقت مسیت
اٹھ فریدا وضو ساز صبح نماز گذار
جو سر سائیں نہ لویں سو سر کپ اتار
جو سر سائیں ناں نویں سو سر کیجے کائیں
کنی ہیٹ جلدیئے بالن سندی تھائیں

ہر سہ اقوال کا ترجمہ

اے بے نماز فریدا یہ عادت اچھی نہیں۔ تم کبھی بھی پانچ وقت کی نماز میں مسجد میں نہیں آئے اے فرید اٹھ اور وضو کر کے صبح کی نماز پڑھ جو سر خدا کے حضور میں نہ جھکے وہ کاٹ دینا چاہیئے۔ جو سر خدا کے سامنے سجدے میں نہ گرے وہ کس قابل ہو سکتا ہے اسے تو ایندھن کی جگہ ہنڈیا کے نیچے جلا دینا چاہیئے۔

اس شبد کے پہلے فقرہ میں حضرت فرید علیہ الرحمۃ نے خود کو جو لفظ سگ سے مخاطب کیا ہے یہ ان کی فروتنی اور انکسار و عابدانہ پر دال ہے۔ ان ہر سہ شبدوں کا مطلب واضح تر ہے۔ یہ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ نماز پانچ وقت کیا ایک ضروری عمل اور فرض ہے۔ اگر کوئی یہ ادا نہ کرے تو اس کی ہستی اور اس کا سر اس قابل نہیں کہ اسے کوئی عظمت دی جائے ہر انسان کو چاہیئے کہ پانچ وقت نماز گذارے اور وہ بھی مسجد میں جا کر یعنی با جماعت گزارے۔ جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ ناقابل خطاب ہے۔ اس کی زندگی ابتر اور اس کی روش مخدوش ہے۔

تنقیدی نوٹ

چونکہ ان اقوال کا سکھ مذہب میں انکار نہیں کیا جاتا۔ اس واسطے یہ بات مان لینی چاہیئے کہ یہ اقوال گرنتھ صاحب کے یا عین گرنتھ میں اور ان پر حضرت باباجی علیہ الرحمۃ کی مہر تصدیق لگ چکی ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں یہ کہنا ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ خود حضرت باباجی بھی فرماتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز ضروری اور لازمی ہے۔ اور جو لوگ اس کے عامل نہیں ہیں۔ ان کا ایمان ضعیف اور ان کا عمل مخدوش ہے

اب تنقیح طلب یہ ہے کہ

۱۔ یا تو حضرت فرید علیہ الرحمۃ نے ان شبدوں میں خود کو ہی مخاطب کیا ہے۔ اور خود کو ہی تنبیہ کی ہے۔ جیسے کہ بعض اوقات لوگ اپنے اپنے حالات کے مطابق خود کو یوں مخاطب کیا کرتے ہیں جیسے ایک صوفیانہ رنگ کہا جائے گا۔

۲۔ یا مسلمانوں کو مخاطب کیا ہے۔ کہ افسوس تم مسلمان ہو کر بھی نماز گذار نہیں ہو۔ حالانکہ نماز ایک فریضہ ہے۔

۳۔ یا وہ خود ایک عام اعلان کے لئے یہ شبد کہہ گئے ہیں۔ کہ دین اسلام میں جو طریقہ عبادت اور نماز فرض کی گئی ہے۔ وہ ایک ضروری مرحلہ ہے۔ اور یہی طریقہ ایک واجب طریقہ ہے۔

ان تینوں صورتوں سے اور کوئی صورت معلوم نہیں ہو سکتی۔ اگر پہلی خود مخاطبانہ صورت ہے۔ تو اس صورت میں بھی یہ استدلال لازمی ہوگا۔ کہ حضرت فرید رحمۃ اللہ علیہ باباجی کی صحبت میں رہ کر بھی پکے مسلمان اور نماز گذار تھے۔ اور ان کے دل میں نماز اور عبادت اسلام کی یہاں تک پابندی